حدیث نبویؐ اور مولانا ابوالحسن علی ندوی

(1333ھ/1914ء - 1420ھ/ 1999ء)

ڈاکٹر خالد ظفراللہ داؤدی ☆

برصغیر کے مایہ ناز فرزند، عالم اسلام کے عظیم رہنما، عربی اردو کے مایہ ناز خطیب، سیرت نگار و مؤرخ انتھک داعی، وسیع المطالعہ، وسیع المشرب، بلند پایہ عالم ومفکر اسلام، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی خدمات وسیع ہونے کے ناطے اہل عقل و دانش اور ارباب علم وفضل مختلف پہلوؤں پر ان کی خدمات کو سراہتے چلے آرہے ہیں۔ راقم السطور نے حدیث نبوی کے طالب علم ہونے کے ناطے حدیث نبوی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کے موضوع کا انتخاب کیا اور اس پر چند عقیدت کے پھول آپ پر نچھاور کرنے چلا آیا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی ذات گرامہ ہمارے جائزوں اور تبصروں سے بلند و بالا ہے ہم ان کی عظمت میں کوئی اضافہ نہیں کر رہے تاہم اپنے عقیدت ومحبت کا اظہار کر کے ایک دلی اطمینان وفرحت کا سامان پا رہے ہیں۔

حدیث نبوی سے مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کے تعلق کا ہم یوں جائزہ لے سکتے ہیں:

ا۔ تعلیم حدیث

۲۔ تدریس حدیث

۳۔ سند حدیث کی اجازت

۴۔ علوم الحدیث پر لیکچرز

۵۔ علوم الحدیث پر تحریریں

۶۔ حدیث نبوی سے فکری وعملی تعلق

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج سمندری

ان کی مزید تفصیل حسب ذیل ہے

تعلیم حدیث

مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کی عربی زبان کی تعلیم کا آغاز شیخ خلیل عرب کے ہاں سے ہوا۔انہوں نے عربی گرائمراور ادب کی متوسط کتابوں کا اپنا اجتہادی سلیبس ختم کروانے کے بعد تعلیم قرآن کا آغاز کیا اور'' دوسری طرف صحیح مسلم میں سے انہوں نے'' کتاب المغازی '' پڑھانی شروع کی (۱)- یہ علی میاں کا حدیث سے پہلا تعارف تھا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب اپنی حدیث نبوی کی تعلیم کا ذکر یوں فرماتے ہیں:'' میری مکرر خوش قسمتی تھی کہ حدیث میں مولانا حیدر حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسا متبحر استاد نصیب ہوا جو مولانا غلام احمد صاحب لاہوری ،مولانا لطف اللہ صاحب کوملی ،مولانا احمد حسن کانپوری اور شیخ الاسلام شیخ حسین یمنی کے شاگرد اور حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کے مجاز تھے۔ یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ حدیث کی تعلیم شروع ہوئی تو کوئی دوسرا فن اور موضوع مزاحم نہ تھا،صرف حدیث کے اسباق تھے مولانا کی صحبت تھی ، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ تھے اور ندوۃ العلماء کا نادر علمی ذخیرہ اور مولانا کے علمی مآخذ تھے۔مولانا کے یہاں تعلیم کی دوسری خصوصیتیں تھیں ۔جن کی وجہ سے فن کا ذوق اور اس کا کچھ (بقدر استعداد وتوفیق) عملی ملکہ حاصل ہو جایا کرتا تھا،ایک یہ کہ تعلیم بالکل آزادانہ وناقدانہ اور محدثانہ اصول پر تھی ،مولانا کو مذہب حنفی پر کلیۃ اطمینان تھا اور وہ اس کے زبردست وکیل وترجمان تھے،لیکن ان کا درس حدیث محدثانہ طرز اور نقد حدیث ، اصول حدیث ورجال کی بحثوں پر مبنی تھا اور اس میں ہندوستانی طرز تدریس حدیث سے زیادہ یمنی طرز تحدیث اور شوکانی کے طرز تالیف کا اثر تھا،شوکانی کی تالیف نیل الاوطار اس کا ایک نمونہ ہے،محدثین میں خصوصا ابراہیم الوزیر محمد بن اسماعیل الامیر اور علامہ مقبلی کی تالیف اور اصول حدیث کے بعض نوادر ان کے خاص مأخذ تھے،جن میں تنقیح الانظار اور توضیح الافکار کے قلمی متن وشرح کے مسودات خاص طور پر قابل ذکر ہیں ، دوسری چیزوں کے مقابلہ میں علامہ ابن الترکمانی کی الجوہر النقی اور امام زیلعی کی نصب الرایہ سے بہت مدد لیتے تھے اور حدیث صحیح کا جواب حدیث صحیح سے اور نقد حدیث

کے مسلمہ اصول و مجتہدانہ مباحث سے دیتے تھے ۔ دوسری چیز یہ کہ ان کا درس عملی تھا، جس میں طالب علم استاد کے ساتھ شریک عمل ہوتے تھے، مولانا طلبہ سے ہی کتابوں کی نقول، مذاہب کے دلائل، رجال پر نقد جُرح کی بحثیں نکلواتے تھے اور کبھی کبھی مرتب کرواتے تھے بعض مرتبہ بعض کتابوں کی شرح کا کام شروع کراتے تھے ۔اس طرح تدریس وتالیف کا سلیقہ سکھاتے تھے ۔درس حدیث میں عملی طور پر سب سے زیادہ فائدہ امام نووی کی شرح مسلم سے ہوا جو ایک مبتدی طالب علم کے لیے بڑا اچھا استاد ہے۔شروح حدیث سے فائدہ اٹھانے اور ذہن پر زور ڈالنے کا ملکہ اسی سے پیدا ہوا۔سب سے زیادہ اثر ابوداؤد کی کتاب الادعیہ اور ترمذی کی کتاب الزہد والرقاق نے کیا:''(۲)

اس طویل اقتباس سے علی میاں کے تحصیل حدیث کے مکمل ماحول پر بھرپور رہنمائی ملتی ہے کہ کسی خاص تنگ نظری اور تنگ علمی کے انداز میں آپ نے حدیث نبوی کی تعلیم حاصل نہیں کی، بلکہ یہ تحصیل آزادانہ ومحققانہ ومحدثانہ ماحول اور تحقیقی رنگ میں رنگی ہوئی تھی، اس کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں'' لاہور سے واپسی پر میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکیؒ کے درس حدیث کا باقاعدہ طالب علم بن گیا۔ یہ سلسلہ جولائی 1929 ہی سے شروع ہوگیا۔ میں نے مولانا سے دارالعلوم میں صحیحین (بخاری ومسلم) اور ابوداؤد وترمذی حرفاً حرفاً پڑھی۔''(۳) ترمذی شریف اپنے شوق سے انہوں نے دومرتبہ پڑھائی (۴)

مولانا حیدرحسن خاں ٹونکی سے آپ نے پورے دوسال حدیث کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد آپ کو ان سے اجازۃ حاصل ہوا (۵)؛ حضرت مولانا حیدرحسن خاں صاحب نے مولانا ندوی کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر سند عنایت فرمائی تھی، اس سند میں وسائط کم ہیں اس اعتبار سے یہ سند بہت عالی ہے ۔ (۶) ان کے درس میں شرکت سے مولانا ندوی کے اندر حدیث کا تحقیقی ذوق پیدا ہوا اس زمانہ میں مولانا ندوی نے ترمذی شریف پر کچھ حواشی بھی تحریر فرمائے (۷)

مولانا حیدرحسن ٹونکی سے حدیث نبوی کی بھرپور تعلیم کے بعد ربیع الاول یا ربیع الثانی (۱۳۵۱ھ / جولائی اگست ۱۹۳۲ء) کو دیوبند حاضری ہوئی، ان دنوں علی میاں کے بقول مولانا

(حسین احمد مدنی) کے یہاں بخاری اور ترمذی ہوتی تھی۔ میں نے اس میں باقاعدہ شرکت شروع کردی (۸) لیکن یہ شرکت صرف چار مہینے تک جاری رہی۔ بلال حسن ندوی کے بقول'' حضرت نے مولانا ندوی مدنی کے درس حدیث میں چار مہینے شرکت فرمائی تھی (۹)

مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کو علامہ مبارکپوری سے بھی شرف تلمذ اور اجازۃ حاصل ہے۔ لکھتے ہیں ''وقد قرأت اوائل الصحاح علی المحدث الجلیل العلامۃ عبدالرحمن مبارکفوری صاحب تحفۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی واجازنی فی الحدیث۔۔۔۔۔'' (۱۰)

مولانا علی میاں نے ۱۹۲۹ء میں لکھنو یونیورسٹی سے فاضل ادب کا امتحان پاس کرنے کے بعد فاضل حدیث میں بھی داخلہ لیا تھا اور بغیر مطالعہ ومحنت کے اس کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ (۱۱)

تدریس حدیث

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اگست ۱۹۳۴ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کا آغاز کیا، جس میں ترمذی شریف کا نصف ثانی بھی شامل تھا (۱۲) ترمذی شریف کے علاوہ آپ نے صحیح بخاری کی تدریس کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث شاہ حلیم عطاء صاحب کی وفات پر آپ نے بخاری شریف کا درس اپنے ذمہ لے لیا۔ (۱۳) آپ لکھتے ہیں کہ'' دارالعلوم سے تدریسی تعلق کے آخری سالوں میں میں نے کئی سال صحیح بخاری کی کتاب الوحی، کتاب الایمان اور کتاب العلم بھی پڑھائی۔ الحمدللہ اس میں خوب جی لگا اور اندازہ ہوا کہ اگر مجھے مطالعہ اور محنت کا موقعہ ملے تو بخاری شریف اچھی طرح پڑھالوں گا۔ الحمدللہ ایک سال مکمل بخاری پڑھانے کا اتفاق ہوا لیکن اپنے سفروں کی کثرت اور نظر کی کمزوری سے اس کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا اس کا ابھی تک افسوس ہے۔ (۱۴)

اس طرح مولانا ابوالحسن صاحب کا تدریسی سلسلہ کثرت کار اور نظر کی کمزوری کی نذر ہوگیا ورنہ آپ جیسا وسیع المطالعہ اور وسیع المشرب انسان اگر تدریسی دنیا میں سلسلہ جاری رکھتا تو برصغیر کے مایہ ناز اساتذہ کی صف میں بھی آگے آگے ہوتے۔

سند حدیث کی اجازت

آخری دس سالوں میں حضرت (مولانا ابوالحسن علی ندوی) سے اجازت حدیث لینے کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا تھا، دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ نے تو یہ شرف حاصل ہی کیا، ان کے علاوہ سفر وحضر میں مختلف علاقوں کے علماء ومشائخ آکر اجازت حدیث سے مشرف ہوتے تھے۔ سفر حجاز میں بھی یہ سلسلہ جاری رہتا تھا؛ متعدد ایسے علماء نے، جن کو صحیحین یا ان میں سے کوئی ایک حفظ تھی اوائل سنا کر، اجازت حاصل کی۔ اجازت لینے والوں میں سے محدث شام علامہ عبدالفتاح ابوغدہ اور مظاہر علوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آخری سفر حجاز میں مدینہ منورہ میں شام وحجاز اور مغرب کے علماء کی ایک بڑی تعداد نے، جن میں بعض شیوخ حدیث بھی تھے، اجازت لی۔(۱۵)

مولانا ابوالحسن علی ندوی اپنے استاد محترم شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن ٹونکی سے حاصل کردہ اجازت کو شیخ زکریا انصاری اور ابن حجر عسقلانی کی سند سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابی ماجہ کی سند عنایت فرماتے۔ اس اجازت کے ساتھ آپ علامہ مبارکپوری سے حاصل کردہ اوائل صحاح کی اجازت کو بھی شامل فرما دیتے تھے۔(۱۶)

صحیح مسلم کی روایت امام مسلم کے شاگرد ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان نے کی ہے، لیکن ابواسحاق نے امام مسلم سے صحیح مسلم کی تین روایتوں کا سماع نہیں کیا ہے، اس لیے مولانا ابوالحسن علی ندوی صحیح مسلم کی اجازت دیتے وقت فرماتے'' الاثلاثة فوائت فی ثلاثة مواضع لم یسمعها ابراهیم بن محمد بن سفیان عن شیخه الامام مسلم ''(۱۷) اکثر راوۃ اس حقیقت سے غافل ہیں اور وہ ساری صحیح مسلم کی اس سند اخبرنا ابراهیم بن محمد بن سفیان، قال اخبرنا مسلم بن الحجاج سے اجازت دے دیتے ہیں، حالانکہ یہ خطا ہے جس کی نشان دہی ابن الصلاح نے کی ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی فن حدیث سے متعلقہ اس خاص خطا پر آگاہی اور اس بارے میں احتیاط ان کی حدیث دانی کی بین دلیل ہے؛

علوم الحدیث پر لیکچرز

(الف): فروری مارچ 1951ء کے دورۂ مصر میں آپ نے قاہرہ میں الرابطۃ الاسلامیہ میں تقریر کی جس کا عنوان تھا ''دراسة علم الحديث فی الهند '' یہ دراصل ''معارف العوارف'' (آپ کے والد گرامی کی کتاب ''معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف'' ہندوستان میں علم وتعلیم کی تاریخ اور تصنیفی کام کی تفصیل ہے جو کہ اب الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند کے نام سے مطبوع ہے) کے ان ابواب کی تلخیص تھی جو حدیث سے متعلق ہیں۔ آخر میں ہندوستان میں حدیث سے اشتغال کرنے والوں کی دینی خصوصیات ان کی زندگی اور وہاں کا طریق درس وغیرہ بیان کیا۔ (۱۸)

(ب): رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے توسیعی خطبات کے موقع پر عالم اسلام کی اہم شخصیات کے سامنے 16 ذوالقعدہ 1401ھ کو مکہ مکرمہ میں ''دور الحديث فی تكوين المناخ الاسلامی وصيانته'' کے موضوع پر مقالہ پڑھا گیا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ (۱۹)

(ج): اکتوبر 1993ء میں سمرقند میں امام بخاری پر منعقدہ دو روزہ سیمینار میں عالم اسلام کے مشاہیر اور فضلائے حدیث کی موجودگی میں مقالہ پیش کیا گیا جس میں امام بخاری اور ان کی کتاب ''الجامع الصحیح'' سے متعلق قیمتی نکات ومباحث آ گئے ہیں۔ (۲۰)

علوم الحدیث پر تحریریں

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے قلم نے عالم اسلامیہ اور علوم اسلامیہ کے حوالے سے مایہ ناز تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ سیرت نگاری اور کردار سازی آپ کے اصل قلمی ودعوتی میدان تھے، تاہم آپ نے حدیث نبوی پر بھی بعض اہم تحریریں اپنے پیچھے چھوڑیں ہیں.

بلال عبد الحی حسنی ندوی صاحب کے الفاظ میں ''فن حدیث میں باقاعدہ تصنیف وتالیف یا تدریس کا سلسلہ تو نہیں رہا، لیکن حدیث کی اہم کتابوں کا مطالعہ جاری رہا اور حدیث کا یہ ذوق باقی رہا، اس کا کچھ اندازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی تصنیفات یا ان کے اہتمام میں شائع شدہ حدیث کی کتابوں پر مولانا ندوی کے ان مقدمات سے ہوتا ہے جو حضرت نے شیخ کے اصرار وحکم پر تحریر فرمائے تھے، جن میں بعض خالص فنی اور محدثانہ نقد واصول

پر مبنی ہیں اور حضرت کے ذوق حدیث پر ان سے واضح ثبوت ملتا ہے۔(۲۱)

(الف): حاشیہ ترمذی: مولانا حیدر حسن ٹونکی سے حدیث کی تعلیم کے دوران میں آپ نے ترمذی پر کچھ حواشی بھی تحریر فرمائے تھے، جیسا کہ تعلیم حدیث میں گذر چکا ہے یہ انہی حواشی کا مجموعہ ہے۔

(ب) الامام محمد بن اسماعیل البخاری وکتابہ صحیح البخاری: یہ آپ کا وہی مقالہ ہے جو سمرقند میں منعقدہ امام بخاری سیمینار میں آپ نے پڑھا تھا۔ اس میں امام بخاری اور ان کی کتاب ''الجامع الصحیح'' سے متعلق قیمتی نکات ومباحث آگئے ہیں، یہ مقالہ عرفات للترجمہ والنشر، رائے بریلی (الہند) کی طرف سے مطبوع ہے۔

(ج): دور الحدیث فی تکوین المناخ الاسلامی وصیانتہ: یہ آپ کا رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے توسیعی خطبات کے موقع پر عالم اسلام کی اہم شخصیات کے سامنے پڑھا گیا مقالہ ہے جو کہ المجمع الاسلامی العلمی الہند کی طرف سے بزبان عربی مطبوع ہے، علاوہ ازیں بزبان اردو اسلامی مزاج وماحول کی تشکیل وحفاظت میں حدیث کا بنیادی کردار کے نام سے اور بزبان انگریزی

"Role of Hadith in the Promotion of Islamic climate and attitudes"

کے ٹائٹل سے عنوان ہے۔ صاحب مقالہ کے بقول اس مقالہ میں ایک نئے زاویہ نگاہ اور ایک نئے اسلوب سے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حدیث مسلمانوں کی زندگی میں کیا مقام رکھتی ہے امت کو سنت کی کس قدر ضرورت ہے اور اس امت کے سنت مطہرہ سے رشتہ منقطع ہو جانے اور حدیث نبوی کے سرمایہ سے محروم ہو جانے سے امت کا کتنا بڑا خسارہ اور وجود اسلامی کے لیے کتنا بڑا خطرہ مضمر ہے، حدیث کے سند وحجت ہونے کے بارے میں شک وشبہ وبے اعتمادی پیدا کرنے کی عالم اسلام کے بعض گوشوں میں جو تحریک چل رہی ہے وہ اسلام کے خلاف کتنی گہری اور خطرناک سازش ہے۔ اور اس کے پیچھے کون سے مقاصد ومحرکات سرگرم عمل ہیں۔(۲۲) مولانا فضل ربی کے نام اپنے مکتوب گرامی محررہ 16 جون 1987ء میں لکھتے ہیں'' اس کو پاکستان میں

ضرور چھپنا چاہیے کہ انکار حدیث کا فتنہ اصل میں وہیں کی پیداوار ہے اور یہ اس کا مسکت جواب ہے۔ (۲۳)

(د): المدخل الدراسات الحدیث: رسالہ ھذا المجمع الاسلامی العلمی الہند اور دار ابن کثیر دمشق، بیروت ہر دو کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولوی فضل ربی کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں کہ '' یہ نئی تصنیف جو حدیث کی مختصر تاریخ اور کتب حدیث اوران کے شروح کی تاریخ پر مشتمل ہے (۲۴)

اس رسالہ میں حدیث سے متعلق نہایت قیمتی اور اچھوتی بحث ہے ساتھ ہی صحاح ستہ کی خصوصیات اصول حدیث فن جرح وتعدیل اسماء الرجال، تدوین حدیث جیسے موضوعات پر ایک نیا زاویہ فکر پیش کیا ہے طالبان علوم حدیث کے لیے یہ رسالہ بہت مفید ہے۔ (۲۵)

(ر): نظرات علی الجامع الصحیح للامام بخاری وممیّزات ابوابہ وتراجمہ: الناشر مجمع الامام احمد بن عرفان الشھید لاحیاء المعارف الاسلامیہ، دائرہ الشیخ علم اللہ الحسینی، تکیہ کلاں۔ رائے بریلی (الہند)

(س): نظرات فی الحدیث لسماحۃ العلامہ الشیخ ابوالحسن علی الحسنی الندوی: الناشر: دار ابن کثیر، دمشق، بیروت

(ص): مقدمہ بذل المجھود: محدث کبیر مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۱۳۴۶ھ) کی ابو داؤد کی شرح '' بذل المجھود'' پر مولانا علی میاں کا بڑا قیمتی مقدمہ ہے جس میں مولانا نے ابوداؤد کی اہمیت اور خطابی (۳۸۸ھ) کی '' معالم السنن'' سے لیکر بذل المجھو دتک عہد بعھد اس کی شروح کا جائزہ لیا ہے۔ '' بذل المجھود'' کی خصوصیات اور اس کی تالیف کے اسباب ومحرکات سے بھی بحث کی ہے۔ ابوداؤد پر کام کرنے والوں کے لیے کافی مواد جمع ہو گیا ہے (۲۶)

(ط): مقدمہ الکوکب الدری علی جامع الترمذی: الکوکب الدری مولانا رشید احمد گنگوہی کی تقریر ترمذی کا مجموعہ ہے، جسے ان کے ایک لائق شاگرد مولانا محمد یحیی کاندھلوی (۱۳۳۴ھ) نے قلم بند کیا ہے مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے تحقیق وتعلیق کے بعد مولانا علی میاں

کے مقدمہ کے ساتھ 1975ء میں ندوۃ پریس لکھنؤ سے ٹائپ پر چار جلدوں میں شائع کیا۔ یہ مقدمہ لکھنے کا آپ کو مولانا محمد زکریا کی طرف سے امر ہوا تھا (۲۷)

مولانا علی میاں نے اپنے مقدمہ میں ابن صلاح، ابن اثیر اور شاہ ولی اللہ کے حوالے سے ترمذی کی فنی اور تصنیفی خصوصیات پر بڑی فاضلانہ بحث کی ہے، جس میں مولانا نے کتب حدیث سے گہری واقفیت اور مؤلف کتاب پر دقت نظر کا ثبوت دیا ہے، ترمذی کے سلسلہ میں مولانا نے محدثین کے سرمایہ کا ''کشف الظنون'' اور ''مقدمہ تحفۃ الاحوذی'' کے اعتناء کی طرف ریفر کرنے کے بعد، گو اس بارے میں علمائے احناف کی تعلیقات وحواشی، افادات وتقریرات کی مختصر فہرست درج کی ہے، تاہم محدثین احناف کی ترمذی سے بے اعتنائی (باستثنائے مولانا یوسف بنوری کی معارف السنن) کا گلہ کیا ہے، حیرت کی بات ہے کہ اس مقدمہ میں مولانا مبارک پوری کی شہرہ آفاق شرح ترمذی ''تحفۃ الاحوذی'' کا ذکر کیسے رہ گیا۔ (۲۸)

(ع): اللامع الدراری (تقریرات بخاری از مولانا رشید احمد گنگوہی، تحریر محمد یحیی، حواشی مولانا محمد یحیی ومولانا محمد زکریا۔ علی میاں لکھتے ہیں کہ مولانا زکریا صاحب نے ممالک عربیہ میں اس کے تعارف کی غرض سے اس ناچیز سے بھی کتاب کا عربی میں تعارف اور مقدمہ لکھوایا (۲۹)

(ف): مقدمہ معارف الحدیث: مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے مرتب کردہ جدید اور مفید عام مجموعہ حدیث ''معارف الحدیث'' کی جلد نمبر 2 اور 5 پر آپ نے مقدمے لکھے ہیں (۳۰)

معارف الحدیث کی دوسری جلد کے مقدمے میں علی میاں نے حدیث کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے بڑی خوب صورت بات لکھی ہے کہ'' قرآن مجید کے ساتھ عہد نبوی کی اس تصویر کا باقی رہنا اور نبوت کے کلام اور ماحول کا محفوظ رہنا اسلام کا اعجاز اور اس کا ایسا امتیاز ہے جس میں کوئی مذہب اور کوئی امت اسکی شریک وسہیم نہیں، ایک ایسا مذہب جس کو قیامت تک باقی رہنا اور تمام آنے والی نسلوں کو عملی نمونہ اور عمل کے جذبات ومحرکات اور قلب ودماغ کی غذا فراہم کرنا ہے ماحول کے بغیر نہیں رہ سکتا، یہ ماحول حدیث کے ذریعہ محفوظ ہے۔ تدوین حدیث کی تاریخ پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک اتفاقی امر اور دور متاخر کی کوئی جدت نہیں

ہے۔صحابہ کرامؓ کا عہد نبوی ہی میں کتابت حدیث کی طرف متوجہ ہونا اور بہت بڑی تعداد میں احادیث کا محفوظ کر لینا پھر انہی کے آخری دور میں تابعین کا تدوین وترتیب کی طرف توجہ کرنا پھر ایران ،خراسان وترکستان کے طالبان علم کے سمندر کا امنڈ آنا ،ان کا جمع وحفظ حدیث سے عشق وشغف ،ان کا غیر معمولی حافظہ ،ان کا عزم وعالی ہمتی ، پھر اسماء رجال وفن روایت مجتہدین کا پیدا ہونا جن کو اس کا ملکہ راسخہ اور بصیرت کاملہ حاصل تھی ، پھر ان کا انہاک وخود فراموشی پھر امت کی حدیث کی طرف توجہ اور اس عالم اسلام میں مقبولیت اور اشاعت یہ سب واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ جمع قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کو اس ''صحیفہ زندگی'' کو محفوظ کرنا مقصود تھا اس کی بدولت حیات طیبہ کا امتداد وتسلسل باقی رہا........ جب تک حدیث کا یہ ذخیرہ باقی ہے اس سے استفادہ کا سلسلہ جاری اور اس کے ذریعے سے عہد صحابہ کا ماحول محفوظ ہے۔(۳۱)

حدیث نبویؐ سے فکری وعملی تعلق

حدیث نبوی سے آپ کا علمی وفکری تعلق بڑا گہرا اور بہت مضبوط ہے۔ٹھوس علمی وفکری بنیادوں پر استوار اس تعلق میں عمر بھر کوئی مداہنت یا مرعوبیت در نہیں آئی ''بڑے لوگ'' عام طور پر فتنہ مقبولیت عامہ کا شکار ہونے کے بعد حدیث نبوی پر پختہ ایمان سے محروم ہوتے چلے جاتے ہیں ،لیکن مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کا معاملہ پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا۔مستشرقین کے نام نہاد علمی وفکری وتاریخی الزامات یا ان کے ہم نوا منکرین حدیث کے اعتراضات ان میں کسی طور پر تشکیک وریب پیدا نہ کر سکے، بلکہ حدیث نبوی سے جو پائیدار تعلق ایک بار پیدا ہو گیا تھا ساری عمر اس کی ترویج وتبلیغ میں صرف کر دی.

اوائل عمری میں آپ نے پختہ فکر اساتذہ حدیث سے حدیث نبوی کی تعلیم حاصل کی تھی اور حدیث نبویؐ سے یہ تعلق تادم آخریں قائم رہا،تعلیم حدیث میں گذر چکا ہے کہ آپ نے شیخ خلیل عرب سے صحیح مسلم کی کتاب المغازی پڑھی تھی اور یہ آپ کا حدیث کی کسی کتاب سے پہلا تعارف تھا، بعد ازاں اپنے گاؤں میں اصلاح ووعظ کے سلسلہ میں حافظ المنذری کی ''الترغیب والترہیب'' کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئی اس کو بار بار پڑھ کر سنایا۔(۳۲)

اپنی محسن کتابوں کے حوالے سے اپنی ذات پر بہت زیادہ تاثیر ڈالنے والی حدیث کی کتاب کا عقیدت ومحبت سے یوں ذکر کرتے ہیں ''ابتدائے شباب میں جو کتابیں فرشتہ رحمت بن کر سامنے آئیں ان میں سب سے زیادہ مؤثر اور محسن کتاب محمد بن نصر مروزی کی کتاب ''قیام اللیل'' ہے۔ اس کتاب کا خاص کام یہ ہے کہ عقلی اور استدلالی طریق سے نہیں، بلکہ قلبی اور ذوقی طور پر دلچسپی اور شوق کا رخ بدل دیتی ہے اور سارا کھیل دلچسپی اور انس ہی کا ہے۔ (۳۳)

کتب حدیث سے استفادہ کی اہمیت اور ترتیب کے بارے میں مولانا فضل محمد (۱۹۸۱ء) ناظم مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر کو جواباً رقم طراز ہیں '' دورہ حدیث سے پہلے سب سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ کوئی کتاب ایسی پڑھائی جائے جس سے طالب علم کو روحانی اور اخلاقی جائزہ ہو اور مسائل اور احکام کے بجائے فضائل واعمال واخلاق معلوم ہوں، اخلاص ایمان واحتساب اور جذبہ عمل بیدار ہو، اس کے لیے سب سے زیادہ مؤثر وبابرکت کتاب امام نووی کی '' ریاض الصالحین'' ہے، اس کو ضرور رواج دینا چاہیے کہ حدیث کا اصل موضوع یہی ہے اس کی طرف سب سے کم توجہ ہے۔ (۳۴)

شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کے رسالہ '' انصاف'' کو غلبہ حدیث کے لیے داخل درس کرنے کی سفارش کرتے ہیں ان کے خیال میں یہ رسالہ طلبہ کے لئے چشم کشا، بصیرت افروز واعتدال آفرین ہوگا۔ (۳۵)

مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی کتاب '' تدوین حدیث'' کو بڑی '' مبصرانہ اور نکتہ ورانہ تصنیف'' گردانتے تھے۔ (۳۶) اتنی ضخیم کتاب پر اس سے جامع اور مانع تبصرہ ممکن نہیں، یہ حقیقت میں دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے لیکن یہ تب ممکن ہوتا ہے جب قاری کتاب کے آغاز سے انتہا تک انتہائی دلچسپی اور رسوخ سے مطالعہ کرے۔ کتب حدیث کے بارے میں مولانا کا رویہ ان کتب سے آپ کی گہری وابستگی کا غماز ہے۔ کتب حدیث سے وابستگی حدیث سے وابستگی کا ذریعہ ہے اور حدیث سے وابستگی میں شکوک وشبہات کی تردید کے لئے بھی کتب پر راہنمائی فرماتے ہیں موجودہ عصری ومغربی تاثرات کی رو میں بہہ کر ڈاکٹر احمد امین نے فجر الاسلام اور

ضحیٰ الاسلام جیسی کتابیں لکھی ہیں، ان سے ذخیرہ حدیث پر اعتماد کسی حد تک متزلزل ہو جاتا ہے اور اس کی بعض بنیادی شخصیتوں کے بارے میں وہ عظمت اور عقیدت قائم نہیں رہتی جو ایک مسلمان کے دل میں قائم رہنا چاہیے اس سب کی تردید کی خاطر آپ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی فاضلانہ کتاب ''السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی'' کے مطالعہ کی فن حدیث کے ہر طالب علم کے لئے سفارش کرتے ہیں۔ (۳۷)

کتب حدیث میں صحیح بخاری کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے، یہ جاننے کے لئے آپ کے خود کردہ سوال ''کتاب اللہ کے بعد کس کا درجہ ہے''؟ کا جواب آپ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے ''تو صحیح جواب ہوگا کہ صحیح بخاری کا درجہ ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ صحیح بخاری ہمارے ہندوستان میں ہر مدرسہ کے لئے معیار فضیلت ہے اس کو'' اصح کتاب بعد کتاب اللہ ''کہا جاتا ہے، اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے متعلق حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے:

کل من یھون شانہ فھو مبتدع غیر متبع سبیل المؤمنین (جو ان دونوں کتابوں کی تحقیر کرے اور دونوں کے ساتھ استخفاف کا معاملہ کرے ان کے لئے تنقیص کا کوئی لفظ استعمال کرے یا ان کی اہمیت گھٹائے وہ مبتدع اور متبع غیر سبیل المؤمنین ہے اور اس نے مؤمنین کا راستہ چھوڑ دیا ہے) (۳۸)

صحیح بخاری سے آپ کی یہ عقیدت ومحبت آخری بیماری تک رہی۔ بلال عبد الحیٔ حسنی ندوی روایت کرتے ہیں، ''اخیر میں یہ بھی معمول ہوگیا تھا کہ بخاری شریف کے روزانہ دو صفحات اپنے کسی عزیز سے سنتے تھے۔ اکثر یہ سعادت وخدمت مولانا عبد اللہ حسنی صاحب مدظلہ کے حصہ میں آتی جو حضرت کے برادر زادہ مولانا محمد الحسنی صاحب کے فرزند اور حضرت کے مجاز ہیں (۳۹)

علی میاں اپنے والد گرامی کے انتخاب حدیث بنام ''تہذیب الاخلاق'' سے بھی بڑی محبت رکھتے تھے۔ مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی بیان کرتے ہیں کہ صبح کے معمولات اور اشراق سے

فراغت کے بعد'' آخر میں اپنے والد صاحب کی کتاب تہذیب الاخلاق جو حدیث کا انتخاب ہے کا مطالعہ فرماتے اور بہت مسرور ہوتے''۔ (۴۰)

ہر پڑھے لکھے انسان کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں کتاب بنیادی کردار ادا کرتی ہے، علی میاں کی شخصیت میں ہم نے دیکھا کہ ہوش سنبھالنے کے ساتھ کتاب دوستی کا آغاز ہو گیا، ہم نے مذکور بالا چند کتب کے بارے میں ان کے فرمودات سے اس خصوصی لگاؤ کا نتیجہ اخذ کیا ہے۔ حدیث نبوی کی تاثیر کا ایک انداز یوں بیان فرماتے ہیں'' مشائخ و بزرگان دین کے ملفوظات کے مجموعے بھی نظر سے گذرے، ان مجموعوں میں حضرات چشتیہ کے ملفوظات میں سب سے زیادہ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات'' فوائد الفوائد'' اور حضرات نقشبندیہ کے ملفوظات میں حضرت شاہ غلام علی کے ملفوظات'' درالمعارف'' کا قلب پر اثر پڑا، اگرچہ ذہن نے حدیث کے اثر اور ایک خاص ذہنی تربیت و مطالعہ کی وجہ سے بعض باتوں کے قبول کرنے سے ادب کے ساتھ معافی چاہی، لیکن قلب نے واقعات اور بے ساختہ گفتگو اور خلوص کی گرمی و نرمی محسوس کی۔ (۴۱)

مزید براں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے یادگار چھوڑے ہوئے وسیع ادب اسلامی میں جگہ جگہ حدیث نبوی سے دلیل پیش کرتے ہیں، استنباط و استخراج کرتے ہیں کیونکہ آپ کے نزدیک'' درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور ارشادات و ہدایات (جن کے مجموعہ کا معروف نام حدیث و سنت ہے)۔ دین کے لیے وہ فضا اور ماحول مہیا کرتے ہیں جن میں دین کا پودا سرسبز و بارآور رہتا ہے، دین کسی خشک اخلاقی ضابطہ یا قانونی مجموعہ کا نام نہیں، وہ جذبات و واقعات اور عملی مثالوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، ان جذبات و واقعات اور عملی مثالوں کا سب سے بہتر عملی اور مستند مجموعہ وہ ہے جو خود پیغمبر (علیہ الصلاۃ والسلام) کی ذات سے متعلق اور اس کے حالات زندگی سے ماخوذ ہے۔ (۴۲)

علی میاں کے ہاں حدیث کی اہمیت کیا تھی، ہر ملک اور ہر دور میں اس کی کیا ضرورت محسوس کرتے تھے، اس بارے میں لکھتے ہیں'' پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ حدیث دین شریعت کے

نظام، اس کو اپنی صحیح شکل میں باقی رکھنے کی کوششوں اور اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل وحفاظت میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اس کی اشاعت وحفاظت ہر دور اور ہر ملک میں (جہاں مسلمان آباد ہوں) کیوں ضروری ہے اور اس سے تغافل، جہل یا انکار کن خطرات کا حامل اور کیسے عظیم نقصانات کو اپنے جلو میں لیے ہوئے ہے، اس علم کا کسی عہد یا ملک سے ختم یا فراموش ہو جانا کون سا خلا پیدا کرتا ہے جو کسی اور چیز سے پر نہیں ہو سکتا''۔ (۴۳)

ان تمام شکوک وشبہات اور احتمالات وسوالات کے جواب پر یوں رہنمائی فرماتے ہیں'' حدیث نبوی ایک ایسی صحیح میزان ہے جس میں ہر دور کے مصلحین ومجددین اس امت کے اعمال وعقائد، رجحانات وخیالات کو تول سکتے ہیں اور امت کے طویل تاریخی وعالمی سفر میں پیش آنے والے تغیرات وانحرافات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اخلاق واعمال میں کامل اعتدال وتوازن اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک قرآن وحدیث کو بیک وقت سامنے نہ رکھا جائے .... حدیث نبوی زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے اور ہمیشہ اصلاح وتجدید کے کام، فساد اور خرابیاں اور بدعتوں کے خلاف صف آراء اور برسر جنگ ہونے اور معاشرہ کا احتساب کرنے پر ابھارتی رہی ہے...... اسی لیے حدیث نبوی امت اسلامیہ کے لیے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لیے ایک لازمی شرط ہے اس کی حفاظت، ترتیب وتدوین، حفظ اور نشر واشاعت کے بغیر امت کا دینی وذہنی، عملی واخلاقی دوام وتسلسل برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔'' (۴۴)

حدیث نبوی کے چشمہ صافی سے رواں آب حیات کو کچھ لوگ روک کر انسانی تعمیر وتشکیل کے لیے سرگرداں ہیں۔ اسلام کے ان ناداں دوستوں کو مولانا ابوالحسن علی نصیحت کرتے ہیں'' جو لوگ امت کو زندگی، ہدایت اور قوت کے اس سرچشمہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور اس ذخیرہ کی طرف سے بے اعتمادی اور شک وارتیاب پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ امت کو کیا نقصان پہنچا رہے ہیں اور اس کو کس عظیم سرمایہ اور کتنی بڑی دولت سے محروم کر رہے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ وہ اس امت کو اسی طرح سے محروم الارث اور منقطع الاصل اور آوارہ کر دینا چاہتے ہیں جس طرح یہودیت اور عیسائیت کے دشمنوں یا حوادث روزگار نے ان عظیم مذاہب کو کر دیا۔ اگر وہ سوچ کر ایسا کر رہے ہیں تو ان سے بڑھ کر ا[illegible] کا دشمن

کوئی نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ پھر ''مزاج و مذاق'' کو دوبارہ پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں، جو صحابہ کرامؓ کا امتیاز تھا اور جو یا تو کامل طور پر براہ راست صحبت نبوی سے پیدا ہوسکتا ہے یا بالواسطہ حدیث کے ذریعے جو اس عہد کا جیتا جاگتا مرقع اور حیات نبوی کا بولتا چالتا روزنامچہ ہے اور جس میں عہد نبوی کی کیفیات بسی ہوئی ہیں۔ (۴۵)

یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی کتب میں حسب ضرورت حدیث نبوی درج کرتے ہیں، قارئین کے حدیث نبوی کے معنی و مطلب پر بہترین راہنمائی فراہم کرتے ہیں بطور مثال ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے منکرین حدیث کی طرف سے بکثرت اعتراضات کا نشانہ بنائی جانے والی حدیث کی کس قدر عمدگی کے ساتھ تشریح کرتے ہوئے ان کے لیے سامان ہدایت فراہم کر دیا۔

اسراء و معراج سے متعلقہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں ''مجھ پر اللہ تعالیٰ نے ہر شب و روز کے لیے پچاس نمازیں فرض کیں، میں جب اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں .... جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو ارشاد ہوا اے محمد! یہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس نمازوں کے قائم مقام ہے، اس طرح یہ پچاس نمازیں ہوگئیں'' (۴۶)

اس حدیث مبارکہ کے بارے میں منکرین حدیث کی یاوہ گویوں سے قطعاً ذرہ برابر مرعوب ہوئے بغیر ایک انتہائی حکیمانہ تشریح بیان فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں'' حکمت الٰہی اور شریعت ربانی نے اس کے لیے جو طریقہ اختیار کیا وہ ایک بلند منتہا کی طرف تدریج و تسہیل کے ساتھ بڑھنے کی معجزانہ مثال ہے۔ معراج میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر اس کو کم کر کے پانچ نمازوں تک لے آیا گیا اور یہ اس لیے کیا گیا تا کہ انسانوں کے ہمیشہ پیش نظر رہے کہ اصل نماز پچاس ہی مقرر کی گئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کا اہل سمجھا تھا کہ وہ اپنے وقت وقوت اور دل و دماغ کا اتنا بڑا حصہ صرف کرے جو شخص اس بات کو مستحضر اور پیش نظر رکھے گا وہ ان پانچوں نمازوں کو کبھی زیادہ نہ سمجھے گا، بلکہ یہ محسوس کرے گا کہ وہ تو اس سے زیادہ کا

اہل سمجھا گیا تھا''(۴۷)

اگر بدنصیبی آڑے نہ آئے اور کٹ حجتی کا شیوہ مجبور نہ کرے تو ایسی عمدہ تشریح کے بعد اس حدیث کے بارے میں کوئی بیہودہ بات منہ تک لانا مشکل ہے۔ اس کے برعکس یہ عمدہ تشریح انسان کی عالی ہمتی اور بلند نظری پر مہمیز کا کام دیتی ہے (جزاہ اللہ فاحسن الجزاء)

علی میاں اپنے لٹریچر میں جگہ جگہ حدیث نبوی کی عظمت وحقانیت ثابت کرنے میں کوشاں رہتے ہیں حدیث نبوی کے دقیق وعمیق علم کے بارے میں آپ کی فکر یہ تھی'' خواہش نفس پر نہیں وحی الٰہی پر مبنی ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (۴۸)

اس مبنی بر وحی الٰہی علم کو آپ نام نہاد درایت کی بنا پر رد کرنے والے نہیں تھے، بلکہ ظن وتخمین پر مبنی درایت کی تردید کرتے ہیں آپ نے ارکان اربعہ میں'' عاشورہ کے روزہ'' پر تفصیلی بحث کی ہے، کئی ایک روایات نقل کی ہیں کہ جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں تو آپؐ نے بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو اس کا حکم دیا۔ مشہور ماہر ریاضیات ابوالریحان البیرونی (۴۴۰ء) نے اس کو بہت مستبعد قرار دیا ہے اور یہودی تقویم اور عربی تقویم کے موازنہ کے بعد ان احادیث کی صحت میں شک کیا ہے۔ بیرونی کے قائم کردہ کئی ایک مفروضوں کا آپ رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں'' یہ کسی طرح درست نہیں کہ محض اس مضطرب اور ناقابل اعتماد تقویم کی بنیاد پر جو جاہلیت اور اسلام دونوں میں ناقابل اعتماد تھی صحیح اور متواتر احادیث کی صحت میں شک کیا جائے۔''(۴۹)

علم سے کورے خواہش نفس کے پجاری درایت کے علمبرداروں کے برعکس آپ حدیث کو محدثانہ ذوق پر پرکھتے اور محدثین کے معیار صداقت پر پوری نہ اترنے والی حدیث کو قبول نہ فرماتے اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے مطابقت نہ رکھنے والے سلاسل کو بھی ٹال جاتے، شاہ ولی اللہ کی کتاب'' الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ'' الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں صفحہ ۱۰۰ پر کشف قبور کے عنوان کے ماتحت جو طریقہ لکھا گیا ہے وہ ان تمام احتیاطوں اور محققانہ ومحدثانہ ذوق سے مطابقت نہیں رکھتا۔(۵۰)

شاہ ولی اللہ کی کتاب ''القول الجمیل فی بیان سواء السبیل '' کے تعارف میں لکھتے ہیں ''کتاب کا مطالعہ کرنے والے کو اس کتاب میں کہیں کہیں وہ محدثانہ اور مجتہدانہ رنگ نظر نہیں آئے گا جو شاہ صاحب کی اہم و مشہور کتابوں کی خصوصیت ہے، بلکہ اس کے بعض مندرجات توحید کے بارہ میں شاہ صاحب کے معروف عالمانہ اور مصلحانہ مسلک سے میل نہیں کھاتے، مثلاً اصحاب کہف کے ناموں کے بارہ میں لکھا ہے ''اسماء اصحاب الکھف امان من الغرق والھرق والنھب والشرق '' پھر ان کے نام لکھے ہیں، حالانکہ یہ نام بھی کسی صحیح حدیث یا قطعی الثبوت ذریعہ سے ثابت نہیں ہیں'' (۵۱)

اپنے زمانہ کے مشہور و مقبول شطاری شیخ محمد غوث گوالیاری کی مقبول کتاب ''جواہر خمسہ '' میں موجود مقامی روحانی فلسفوں اور تجربوں جن کی بنیاد زیادہ تر بزرگوں کے اقوال اور اپنے تجربات پر ہیں، اس کے بارے میں علی میاں لکھتے ہیں ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہونے یا معتبر کتب شمائل و سیر سے اخذ کرنے کو ضروری نہیں سمجھا گیا، اس میں نماز احزاب، صلاۃ العاشقین، نماز تنویر القبر اور مختلف مہینوں کی مخصوص نمازیں اور دعائیں ہیں جن کا حدیث وسنت سے کوئی ثبوت نہیں۔'' (۵۲)

حدیث نبوی کے اخذ وقول کے بارے میں آپ کا فکری رجحان نکھر کر سامنے آ گیا ہے کہ مسائل شریعہ میں بنیاد حدیث وسنت ہے کسی صحیح حدیث سے ثبوت کے بغیر کوئی طریقہ قبول کرنا آپ کو گوارا نہ تھا، اس کے برعکس آپ احادیث نبویہ کے ذریعہ اپنی بات کو مدلل و مستحکم کر کے پیش کرتے تھے تا کہ سامعین وقارئین کے لیے سمجھنا اور انکا ناممکن رہے۔ ''مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں'' کرتے وقت کس خوبصورتی اور حکمت کے ساتھ حدیث نبویؐ کو بیان کیا، پڑھ کر آدمی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا، کہتے ہیں'' خدا کے پیغمبروں نے اس زمین کو چھوڑا بڑے بڑے ماہرین کو چھوڑا کہ وہ صنعتوں کو ترقی دیں نہ ان کو روکا نہ ان کی رہنمائی کا دعویٰ کیا بلکہ انہوں نے صاف کہہ دیا انتم اعلم بامور دنیاکم ''صنعت والے صنعت کے میدان میں ترقی کریں زراعت والے زراعت کے میدان میں اور علم والے علم کے میدان میں'' (۵۳)

اور دین ہو یا دنیا ہر دو کے لیے محنت شرط ہے۔ حدیث نبوی کی روشنی میں محنت کرنے والوں کو مذکورہ بالا پیراگراف میں اگر آپ محنت و کاوش پر اُبھارتے نظر آتے ہیں تو ''کاروان زندگی'' میں اس حقیقت کو تسلیم بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اقوام وملل ہو یا خاندان وخانوادے ان کا عروج وزوال عمل پیہم میں مضمر ہے۔ یہ راز آپ کو حدیث نبویؐ سے ہی سمجھ آتا ہے۔ لکھتے ہیں اس حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح واضح فرمایا کہ ''من ابطاء به عمله لم یسرع به نسبه '' (جس کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا) (۵۴)

انسانی زندگی میں سعی وکاوش کے اساسی کردار کے حوالے سے علی میاں کی اپنے عقیدت مندوں کو ایک تلقین دہرانا مفید مطلب ہے ،آپ تفاخر بالانساب کی طرح تفاخر بالاسلاف میں غلو ومبالغہ پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں

''ہر وقت اسی کی رٹ لگائے جانا اور ہر وقت اسی کا وظیفہ پڑھنا کچھ مفید نہیں کہ ہمارے اکابر ایسے تھے، ہمارے اسلاف ایسے تھے،کوئی ملت اور کوئی دعوت تاریخ سے نہیں چلتی تحریک سے چلتی ہے'' (۵۵)

مولانا علی میاں کی زندگی میں حرکت تھی اور اس کی اساس قرآن وحدیث پر تھی ، یہی آپ کا پیغام عالم اسلام کے نام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس رنگ میں رنگے جانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

☆....................☆

حوالہ جات وحواشی

۱۔ بلال عبدالحئ حسنی ندوی، سوانح مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی ۲۰۰۲ء ص ۱۰۵

۲۔ مولانا محمد عمران خاں ندوی (مرتب) مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں، کراچی ۱۹۷۹ء، ص ۱۶۸۔۱۷۰

۳۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، کراچی، ج ۱/۱۱۱

۴۔ بلال عبدالحئ، سوانح مفکر اسلام، ص ۵۰۲

۵۔ السید عبد الماجد الغوری، ابوالحسن علی الندوی، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، ص ۴۰

۶۔ بلال عبدالحئ، سوانح مفکر اسلام، ص ۵۰۴

۷۔ بلال عبدالحئ، سوانح مفکر اسلام، ص ۵۰۳

۸۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، کراچی، ۱: ۱۲۹

۹۔ بلال عبدالحئ، سوانح مفکر اسلام، ص ۵۰۲

۱۰۔ الغوری، ابوالحسن علی الحسنی الندوی، ص ۷۷

۱۱۔ فضل ربی ندوی (مرتب)، نذرانہ عقیدت، کراچی، ص ۱۵۵

۱۲۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، کراچی، ۱/۱۴۶

۱۳۔ بلال عبدالحئ، سوانح مفکر اسلام، ص ۲۷۷

۱۴۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، ۱/۱۵۲

۱۵۔ بلال عبدالحئ، سوانح مفکر اسلام، ص ۵۰۴

۱۶۔ الغوری، ابوالحسن علی الحسنی الندوی، ص ۷۳۔۷۷

۱۷۔ الغوری، ابوالحسن علی الحسنی الندوی، ص ۷۵

۱۸۔ مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی (مرتب)، مکتوبات مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

،کراچی۲۰۰۳ء، ۱/ ۸۳

۱۹۔ فضل ربی ندوی (مرتب) نذرانہ عقیدت، کراچی، ص ۱۸۷

۲۰۔ فضل ربی ندوی (مرتب) نذرانہ عقیدت، کراچی، ص ۱۸۷

۲۱۔ بلال عبدالحئی، سوانح مفکر اسلام، ص ۵۰۳

۲۲۔ فضل ربی ندوی (مرتب) نذرانہ عقیدت، کراچی، ص ۱۸۷

۲۳۔ فضل ربی ندوی (مرتب) مفکر اسلام کے خطوط، کراچی ۲۰۰۱ء، ص ۷۷

۲۴۔ فضل ربی ندوی (مرتب) مفکر اسلام کے خطوط، ۱۱۲

۲۵۔ فضل ربی ندوی (مرتب) نذرانہ عقیدت، ص ۱۸۶۔۱۸۷

۲۶۔ فضل ربی ندوی (مرتب) نذرانہ عقیدت، ص ۱۸۸ (مولانا علی میاں اور علم حدیث از مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی)

۲۷۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، کراچی ۱۹۸۳، ص ۲۳۰

۲۸۔ فضل ربی ندوی (مرتب) نذرانہ عقیدت، ص ۱۸۸۔۱۸۹

۲۹۔ ابوالحسن علی ندوی، سوانح حضرت شیخ الحدیث، ص ۲۲۹۔۲۳۰

۳۰۔ مولانا محمد منظور نعمانی، معارف الحدیث، مکہ پبلیشنگ لاہور، ۲/ ۱۱۔۱۲؛ ۵/ ۳۔۱۰ مقدمہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

۳۱۔ نعمانی، معارف الحدیث، ۲/ ۱۹۔۲۰

۳۲۔ فضل ربی ندوی (مرتب) نذرانہ عقیدت، ص ۱۸۵

۳۳۔ محمد عمران خاں، مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں، ص ۱۷۴

۳۴۔ سفیر اختر (ترتیب و تدوین)، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حیات و افکار کے چند پہلو، اسلام آباد ۲۰۰۲ء، ص ۲۶۴

۳۵۔ سفیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص ۲۶۵

۳۶۔ سفیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص ۴۱

۳۷۔ سفیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص ۴۰

۳۸۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، خواتین اور دین کی خدمت، کراچی ۱۹۸۴ء، ص ۴۱

۳۹۔ بلال عبدالحئی، سوانح مفکر اسلام، ص ۵۰۳۔۵۰۴

۴۰۔ فضل ربی ندوی (مرتب) نذرانہ عقیدت، ص ۱۵

۴۱۔ سفیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص ۳۶۔۳۷

۴۲۔ نعمانی، معارف الحدیث، ۱۷/۲ (مقدمہ از مولانا ابوالحسن علی ندوی)

۴۳۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، کراچی ۱۹۸۴ء، ۱۶۹/۵۔۱۷۰

۴۴۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ۱۷۱/۵۔۱۷۲

۴۵۔ نعمانی، معارف الحدیث، ۲۰/۲۔۲۱ (مقدمہ از مولانا ابوالحسن علی ندوی)

۴۶۔ الکتب الستۃ (صحیح البخاری) کتاب الصلاۃ، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء، حدیث نمبر ۳۴۹، دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض (السعودیہ) ۱۹۹۹ء

۴۷۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ارکان اربعہ، کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۳۹۔۴۰

۴۸۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ارکان اربعہ، ص ۲۵۸

۴۹۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ارکان اربعہ، ص ۲۶۰۔۲۶۱

۵۰۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ۳۹۹/۵ (حاشیہ)

۵۱۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ۴۰۸/۵

۵۲۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ۲۴۴/۴

۵۳۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، ساہیوال ۱۹۷۴ء، ص ۱۷۳

۵۴۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ارکان اربعہ، ۱۹/۱

۵۵۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ارکان اربعہ، ۳/۳۔۷

☆..................☆

ادب کیا ہے ؟

''دبستانِ ادب کے ایک ادنیٰ طالبعلم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ادب کی سب سے پہلی زیارت جونصیب ہوئی، وہ آسمانی صحیفوں میں نصیب ہوئی، ادب تھا کہاں؟ لیکن جب خدا نے انسانوں کو سمجھانے کے لیے اپنے پیغمبروں کو بھیجا، اوران کوزبان دی، اوران پر معانی کے ساتھ الفاظ وارد کیئے تو معلوم ہوا کہ ادب اسے کہتے ہیں۔''

''ادب، ادب ہے خواہ کسی مذہبی انسان کی زبان سے نکلے، کسی پیغمبر کی زبان سے ادا ہو، کسی آسمانی صحیفے میں ہو۔ اس کی شرط یہ ہے کہ بات اس انداز سے کی جائے کہ دل پر اثر ہو۔ کہنے والا مطمئن ہو کہ میں نے بات اچھی طرح کہہ دی۔ سننے والا اس سے لطف اٹھائے اوراس کو قبول کرے''

(مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا کاروانِ ادب اسلامی، لکھنؤ، کے اجراء پر، پیغام)